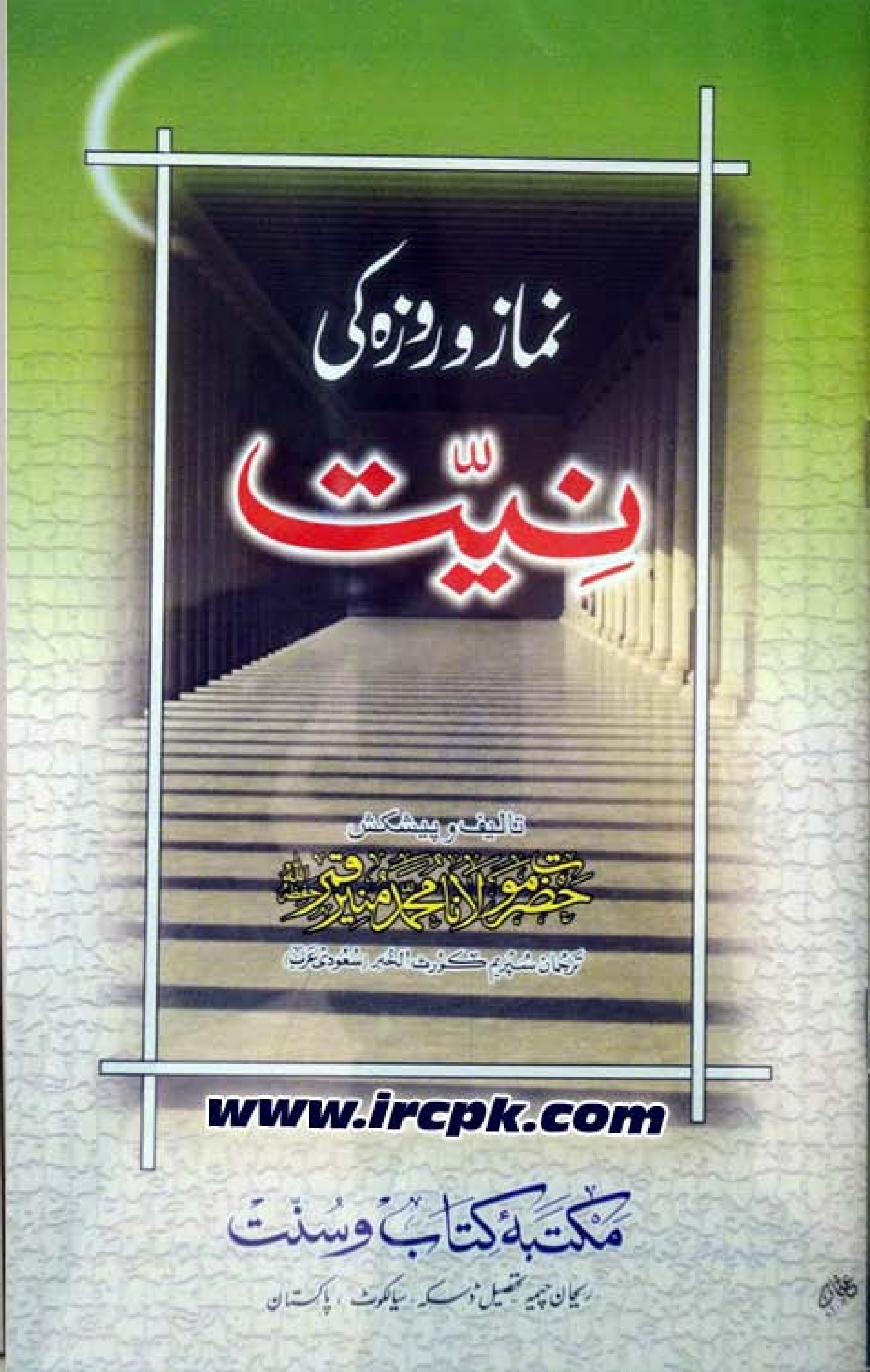

نماز و روزہ کی

نیّت

تحریر

حضرت مولانا ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ
ترجمان سپریم کورٹ الخبر (سعودی عرب)

نشر و توزیع

مکتبہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ
تحصیل ڈسکہ سیالکوٹ (پاکستان)

اشاعت کے دائمی حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب : نماز و روزہ کی نیت

مؤلف : ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین

ترتیب و تدوین : آنسہ شکیلہ قمر

سال طباعت : ۱۴۲۲ھ - ۲۰۰۲ء

باہتمام : غلام مصطفےٰ فاروق (خطیب ڈسکہ)

قیمت : 18 روپے

سٹاکسٹ المکتبہ السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور فون: 7237184

پاکستان میں ملنے کے پتے

☆ اسلامی اکیڈمی، اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار لاہور

☆ نعمانی کتب خانہ، اردو بازار لاہور

☆ مدینہ کتاب گھر، اردو بازار گوجرانوالہ

☆ احمد بک کارپوریشن، راولپنڈی

☆ مکتبہ علمیہ، کراچی

ہندوستان میں ملنے کے پتے

☆ توحید پبلیکیشنز، ایس۔ آر۔ کے۔ گارڈن

بنگلور۔ فون. ۶۶۵۰۶۱۸

☆ چار مینار بک سٹور

چار مینار روڈ، شیواجینگر، بنگلور۔ ۱

کمپوزنگ: شاہد ستار اور مسعود سہیل

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

فہرستِ مضامین

شمار	مضمون	صفحہ نمبر	شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	مقدمہ	4	17	مجددِ الفِ ثانیؒ	19
2	نماز کی نیت	5	18	علامہ فیروز آبادیؒ	20
3	نیت اور اس کا حکم	5	19	علامہ انور شاہ کاشمیری	20
4	لغوی و شرعی یا اصطلاحی معنیٰ	7	20	مولانا اشرف علی تھانویؒ	20
5	کبار آئمہ کی تصریحات	8	21	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	21
6	شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ	8	22	ایک وضاحت	22
7	علامہ ابن قیمؒ	9	23	احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں	26
8	امام نوویؒ	13	24	سیدھا سادہ اور آسان دین	28
9	علماء و فقہاءِ احناف کے اقوال	13	25	بانبوت	32
10	صاحب ہدایہ	13	26	روزے کی نیت	35
11	سنتِ نیت سے مراد	14	27	مروجہ نیت	37
12	علامہ عینیؒ	15	28	نیت کا لغوی و شرعی معنیٰ	38
13	مولانا عبدالحق دہلویؒ	15	29	کبار آئمہ دین کی تصریحات	40
14	مولانا عبدالحی لکھنویؒ	17	30	مروجہ نیت اور علماء و فقہاءِ احناف	40
15	شارح الہدایہ علامہ ابن ہمامؒ اور مولانا عبدالغفور رمضانپوریؒ	18	31	لمحۂ فکر	40
16	ملا علی قاریؒ	18	32	تراجم و تصانیف محمد منیر قمر	43

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مقدمة

﴿ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ﴾

اَمَّا بَعْدُ:

معزز سامعین! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ رسالہ دراصل ہماری چند ریڈیائی تقاریر کا مجموعہ ہے جو ریڈیو متحدہ عرب امارات ام القیوین کی اردو سروس سے نشر ہونے والے ہمارے روزانہ کے پروگرام ''دین ودنیا'' کے تحت نشر کی گئی تھیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ہماری لختِ جگر آنسہ شکیلہ قمر کو کہ اس نے ہماری تقاریر کے اسکرپٹس کو اس کتابی شکل میں ڈھال کر قارئین کیلئے باعثِ استفادہ بنادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہمارے اور اس کی طباعت واشاعت میں کسی بھی رنگ میں حصہ لینے والے ہر شخص کیلئے اجر وثواب دارین کا ذریعہ بنائے، اور اسے شرفِ قبول سے نوازے۔ آمین۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین
ترجمان سپریم کورٹ، الخبر
وداعیہ متعاون مراکز دعوت وارشاد
الدمام، الخبر، الظہران (سعودی عرب)

نماز کی نیّت

نیّت اور اس کا حکم:

یہ بات تو معروف ہے کہ تمام نیک اعمال میں نیت[1] کو گہرا عمل دخل حاصل ہے۔

یہاں تک کہ صحیح بخاری ومسلم، سنن اربعہ ومسند احمد اور دیگر کتب حدیث میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ارشاد نبوی ﷺ ہے:

﴿إِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ﴾[2] اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

نیت واجب بلکہ شرط ہے، اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ امام بخاریؒ نے کتاب الایمان کے آخر میں ایک عنوان یوں خائم کیا ہے:

﴿ بَابُ مَاجَاءَ اَنَّ الْاَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ وَالْحِسْبَةِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَانَوٰى، فَدَخَلَ فِيْهِ الْاِيْمَانُ وَالْوُضُوْءُ وَالصَّلٰوةُ وَالزَّكَاةُ وَ الْحَجُّ وَالصَّوْمُ وَالْاَحْكَامُ ﴾[3]

اس چیز کا بیان کہ عملوں کا دارومدار نیت پر ہے، اور ہر کسی کے لئے وہی ہے جسکی اس نے نیت کی، تو اسمیں ایمان، وضوء، نماز، زکوۃ، حج، روزہ اور تمام احکامات و معاملات داخل ہیں۔

یہاں امام موصوف نے نیت کے وجوب وشرطیت کی طرف اشارہ فرمادیا ہے۔[4]

---

[1] یہ رسالہ دراصل ہماری چندریڈیائی تقاریر کا مجموعہ ہے جو ریڈیو متحدہ عرب امارات ام القیوین سے نشر ہوئیں۔

[2] بخاری، حدیث (۱) مسلم مع نووی ۷/۱۳/۵۳، صحیح ابی داؤد للالبانی، حدیث (۱۹۲۷)، صحیح ترمذی للالبانی (۱۳۴۴)، صحیح النسائی للالبانی حدیث (۷۳)، ابن ماجہ (۴۲۲۷)

[3] بخاری ۱/۱۳۵

[4] فتح الباری ابن حجر ۲/۲۱۸، بعنوان تحیہ

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اور یاد رہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث:

﴿إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ﴾ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

بڑی معروف ہے جو کہ صحیحین وسننِ اربعہ اور مسند احمد میں ہے، اور بخاری شریف کی پہلی یہی حدیث ہے۔

نماز شروع کرنے سے قبل بھی دل میں یہ قصد وارادہ یا نیت کر لینی چاہیئے کہ میں فلاں نماز فلاں وقت اور اتنی رکعتیں' اکیلے یا امام کے ساتھ پڑھنے لگا ہوں۔ اور اس سے میرا مقصود ارشادِ الٰہی کی تعمیل اور رضاءِ الٰہی کا حصول ہے۔ اور نیت چونکہ دل سے تعلق رکھنے والا فعل ہے' اس لیئے اس کے الفاظ کا زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ جن سے نماز اور دیگر احکام دین کی کلّیات ہی نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے جزوی مسائل بھی ثابت ہیں۔ آپ ﷺ سے نماز کی نیت کے الفاظ ثابت نہیں ہیں۔ اگر آپ ﷺ بھی نماز کی نیت زبان سے کرتے ہوتے یا اپنی امت کیلئے آپ ﷺ اسے ضروری خیال فرماتے تو اسکی ضرور ہی تعلیم فرمادیتے، مگر آپ ﷺ سے ایسی کوئی صحیح وحسن تو کیا، ضعیف حدیث بھی ثابت نہیں ہے جس میں نیت کے الفاظ وارد ہوئے ہوں۔ اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے تعلیماتِ رسول ﷺ کو پوری امانت ودیانت اور ذمہ داری کیساتھ آگے پہنچایا ہے اور نبی ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے تمام پہلوؤں کو امت کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ انہوں نے بھی زبان کے ساتھ نیت کے الفاظ ادا کرنے کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا اور خود خلفاءِ راشدین اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام وآئمہ اربعہ میں سے کسی ایک سے بھی ایسا کرنا ثابت نہیں ہے۔

آپ حدیث وفقہ کی چاہے کوئی بھی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں، آپ کو کہیں سے بھی اس زبانی نیت کا یہ ثبوت ہرگز ہرگز نہیں ملے گا، کہ یہ طریقہ نبی اکرم ﷺ، خلفاءِ راشدین وصحابہ رضی اللہ عنہم یا آئمہ کرام رحمہم اللہ کا ہے۔ تو اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ بعض فقہی کتب اور نماز کے بارے میں لکھی ہوئی کتابوں، کتابچوں اور رسالوں میں زبان سے نیت کرنے کا ذکر اور اس کے الفاظ مؤلفین یا ان سے پہلے والے علماء وفقہاء کے محض ذاتی خیالات ہیں جو ایسے امور میں شرعی حجت نہیں ہیں، جن کا داعیہ خود نبی اکرم ﷺ کے زمانۂ مسعود میں موجود تھا اور کوئی امرِ مانع بھی نہیں تھا اسکے باوجود آپ ﷺ نے انہیں نہ کیا، نہ کرنے کا حکم دیا۔

لغوی وشرعی یا اصطلاحی معنیٰ:

اس مسئلہ کو اور بھی آسان طریقہ سے سمجھنے کیلئے لفظ ''نیت'' کے لغوی وشرعی یا اصطلاحی معنیٰ کا علم بہت ضروری ہے۔ لہٰذا لغت کی معروف و متداول کتابوں میں سے قاموس المحیط، مختار الصحاح، المنجد اور المعجم الوسیط وغیرہ میں لفظِ نیت نکال کر دیکھ لیں۔ ان سے بھی پتہ چل جائیگا کہ نیت دل کا فعل ہے نہ کہ زبان کا۔ چنانچہ اہل لغت لکھتے ہیں:

﴿نَوَى الشَّيْءَ أَيْ قَصَدَهُ وَ عَرَفَهُ وَ مِنْهُ النِّيَّةُ فَإِنَّهَا عَزْمُ الْقَلْبِ وَ تَوَجُّهِهِ وَ قَصْدِهِ إِلَى شَيْءٍ﴾ ۵

نَوَى الشَّيْءَ کا معنیٰ کسی چیز کا قصد کرنا اور اس کا عزم کرنا ہے۔ اور اسی سے لفظِ نیت ہے اور اس کا معنیٰ دل کا عزم وتوجہ اور کسی چیز کا قصد وارادہ کرنا ہے۔

۵ القاموس ۴/۴۰۰ حلبی مصر، المعجم الوسیط ۱/۲/۹۶۵ استنبول، المنجد، مختار الصحاح ص ۶۸۷ دار القلم۔ بیروت

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اورنیت کا شرعی واصطلاحی معنی بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں یوں لکھا ہے:

﴿وَالشَّرْعُ خَصَّصَهُ بِالْإِرَادَةِ الْمُتَوَجِّهَةِ نَحْوَ الْفِعْلِ لِابْتِغَاءِ رِضَاءِ اللّٰهِ وَ اِمْتِثَالِ حُكْمِهِ﴾٦

شریعت نے نیت کے معنی کو کسی کام کا ارادہ اور توجہ کے ساتھ خاص کردیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی رضاء اور اسکے حکم کی تعمیل کیلئے ہو۔

تو گویا اعمال میں قصد وعزم یا قلبی نیت کا اعتبار ہوگا، زبان سے کہے ہوئے الفاظ خصوصاً جبکہ وہ قرآن وسنت سے ثابت بھی نہیں بلکہ خودساختہ ہیں' وہ معتبر نہیں ہونگے۔

کبار آئمہ کی تصریحات:

کبار آئمہ کی تصریحات سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ نماز وروزہ وغیرہ کی نیت کو زبان سے ادا کرنا خودساختہ ومن گھڑت فعل ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ: شیخ الاسلام اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

﴿فَإِنَّ الْجَهْرَ بِالنِّيَّةِ لَايَجِبُ وَلَا يُسْتَحَبُّ لَافِيْ مَذْهَبِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ لَا اَحَدٍ مِّنْ آئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ بَلْ كُلُّهُمْ مُتَّفِقُوْنَ عَلٰى أَنَّهُ لَا يُشْرَعُ الْجَهْرُ بِالنِّيَّةِ بِاتِّفَاقِ آئِمَّةِ الدِّيْنِ﴾ ۷

جہری (یعنی زبان سے) نیت نہ واجب ہے نہ مستحب۔ نہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں اور نہ ہی دوسرے آئمہ اسلام میں سے کسی کے مذہب میں، بلکہ وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ زبانی نیت کرنا مشروع نہیں ہے۔ اور جس نے جہری نیت کی وہ خطاکار اور مخالف سنت ہے اور اس پر تمام آئمہ کا اتفاق ہے۔

٦. فتح الباری ۱/۱۳
۷. فتاویٰ کبریٰ ابن تیمیہ ۲/۳۷۵

اس کے علاوہ شیخ الاسلام موصوف نے متعدد دیگر مقامات پر بھی کئی سوالوں کے جوابات دیتے ہوئے زبان سے نیت کرنے کے عدم جواز اور اسکی کراہت اور بدعت ہونے کا تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ:

﴿مَحَلُّ النِّيَّةِ الْقَلْبُ دُوْنَ اللِّسَانِ بِاتِّفَاقِ آئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ جَمِيْعِ الْعِبَادَاتِ﴾

نیت کا مقام دل ہے نہ کہ زبان اور تمام آئمہ اسلام کا تمام عبادات کے سلسلے میں ایسی ہی نیت قلبی پر اتفاق ہے۔

''نیت'' کے بارے میں امام ابن تیمیہؒ کے گراں قدر فتاویٰ کی تفصیل مطلوب ہو تو مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۲۲ صفحہ ۲۱۷ تا صفحہ ۲۵۵ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

علامہ ابن قیمؒ:

علامہ ابن قیمؒ نے زادالمعاد میں نیت کے موضوع پر بڑی عمدہ اور تحقیقی بات کہی ہے۔ وہ نماز کیلئے زبان سے نیت کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں:

﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ: اللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئاً قَبْلَهَا وَلَا تَلَفَّظَ بِالنِّيَّةِ اَلْبَتَّةَ﴾ ۸

نبی اکرم ﷺ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور اس سے پہلے ہرگز کچھ نہ کہتے نہ ہی نیت کے الفاظ ادا فرماتے تھے۔

اور اس سے آگے علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ نیت کے الفاظ کسی صحیح تو کیا ضعیف حدیث میں بھی وارد نہیں ہوئے۔ اور یہ کسی مسند حدیث میں تو کیا ہونگے، یہ تو کسی مرسل

۸. زادالمعاد ابن قیم ۱/۲۰۱

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

روایت میں بھی نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں۔اور نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہونا تو دور کی بات ہے، یہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی کسی سے ماثور ومنقول نہیں۔اور نہ ہی تابعین وآئمہ اربعہ میں سے کسی نے زبان سے نیت کرنے کو مستحسن کہا ہے۔[۹]

لہٰذا دل کی نیت وارادے پر ہی اکتفا کرنا مسنون عمل ہے۔اور اسی کی تائید متعدد فقہاء وعلماء احناف سے بھی ملتی ہے۔

زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا نبی اکرم ﷺ، خلفاء راشدین وصحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین وآئمہ اربعہ رحمہم اللہ کسی سے بھی ثابت نہیں ہیں، بلکہ یہ ایک خودساختہ فعل اور بہت بعد کی ایجاد ہے۔اور علامہ ابن قیم کی کتاب زاد المعاد سے ایک اقتباس ہم نے آپ کے سامنے ذکر کیا ہے۔جبکہ موصوف اپنی دوسری کتاب ''اغاثة اللهفان من مصايد الشيطان'' میں بھی اس موضوع پر بڑی قیمتی باتیں لکھ گئے ہیں۔

اس میں بھی اس کی لغوی تشریح اور عدم ثبوت کے بعد لکھا ہے کہ جو شخص وضوء کرنے کے لئے بیٹھ گیا، اس نے وضوء کی نیت کرلی، اور جو شخص کوئی نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہو گیا، اس نے اس نماز کی نیت کر لی۔اور کوئی بھی عقلمند انسان ایسا نہیں ہوگا جو کوئی بھی عبادت بلا نیت ہی کرلے، بلکہ انسان کے افعال مقصودہ کیلئے نیت ایک لازم امر ہے جس کیلئے کسی نئی کوشش ومحنت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص اپنے اختیاری افعال کو نیت سے خالی کرنا چاہے گا تو یہ اس کے بس سے باہر ہوگا۔

اور تھوڑا آگے جا کر لکھتے ہیں کہ جو شخص کسی امام کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھنے کیلئے کھڑا

۹ زاد المعاد ابن قیم ۱/۲۰۱

ہو جائے تو اسے اب کیا شک باقی رہ جاتا ہے (کہ جسے دور کرنے کیلئے وہ نیت کے نام سے ایجاد کی گئی گردان پڑھتا ہے) اور اگر کوئی شخص اسے راستے میں ملے اور پوچھے، کدھر کا ارادہ ہے تو بلا توقف کہہ اٹھے گا کہ میں نماز ظہر کیلئے مسجد جا رہا ہوں اور مسجد میں امام کے ساتھ نماز ہوگی تو یہ امور ایسے ہیں کہ کوئی بھی سمجھدار اسکے بارے میں شک میں مبتلا نہیں ہو سکتا، تو پھر اس نیت کے الفاظ کا کیا معنیٰ؟

اور اس سے بھی تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ قرائن کی وجہ سے دوسروں کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ شخص کیا کرنے جا رہا ہے۔پھر خود اسے وہی بات دہرانے کی کیا ضرورت ہے؟ مثلاً اگر مسجد میں لوگوں کے مابین کسی آدمی کو کوئی بیٹھا ہوا پائے تو وہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ جماعت ہونے کا انتظار کر رہا ہے، اور اقامت ہونے پر جب وہ صف میں کھڑا ہو تو وہ دیکھنے والا سمجھ لے گا کہ یہ نماز باجماعت پڑھنے لگا ہے۔اور جب ایک شخص صف سے آگے اکیلا ایک مخصوص جانماز پر کھڑا ہو جائے تو دیکھنے والا بلا تردد سمجھ لے گا کہ یہ امامت کرائے گا۔اور جو لوگوں کی صف میں ہو گا وہ کسی امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے گا۔

اور جب دوسرے اس کی نیت کو قرائن سے جان لیتے ہیں تو کیا یہ خود نہیں جانتا؟ جبکہ وہ تو اپنے دل کی بات بھی جانتا ہے۔پھر اب لفظوں میں نیت کو دھرانا شریعت کی مخالفت، سنت سے بے رغبتی اور تعاملِ صحابہ سے لاپرواہی کے سوا کچھ نہیں۔اور پھر حاصل چیز کا حصول اور موجود شیء کی ایجاد ممکن نہیں ہوتی۔کیونکہ کسی چیز کو ایجاد کرنے کی شرط یہ ہوتی ہے کہ وہ چیز معدوم وبے نشان ہو۔لہٰذا موجودہ چیز کی ایجاد ایک محال امر ہے۔

اور پھر اپنے شیخ ابن تیمیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لوگوں میں سے بعض

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

دسیوں اختراعات وبدعات پرعمل پیرا ہوتے ہیں جو نبی اکرم ﷺ سے تو کیا ثابت ہونگی، صحابہ میں سے بھی کسی سے ان کا پتہ نہیں چلتا۔ جیسے کوئی صاحب تعوذ پڑھ کر کہیں:

میں حاضر وقت نماز ظہر کے فرض اللہ تعالیٰ کیلئے ادا کرنے لگا ہوں بحیثیت امام یا مقتدی کے چار رکعتیں اور میں قبلہ رو ہوں (یا پھر جیسے کہ معروف ہے چار رکعت نماز فرض اللہ تعالیٰ کیلئے پیچھے اس امام کے اور منہ قبلہ شریف کی طرف) اور پھر بعض لوگ یہ گردان پڑھتے وقت اپنے جسم پر عجیب سی کیفیت طاری کر لیتے ہیں کہ گردن کی نسیں تک تن جاتی ہیں اور بالآخر وہ ایسے اللہ اکبر کہتے ہیں جیسے کسی دشمن کے مقابلے میں نعرۂ تکبیر بلند کر رہے ہیں:

﴿وَ لَوْ مَكَثَ اَحَدُهُمْ عُمُرَ نُوْحٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ لِیُفَتِّشَ هَلْ فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَوْ اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ شَیْأً مِنْ ذَالِکَ لَمَا ظَفَرَ بِهٖ اِلَّا اَنْ یُجَاهِرَ بِالْکَذِبِ الْبَحْتِ فَلَوْ کَانَ خَیْرٌ لَسَبَقُوْنَا اِلَیْهِ وَلَدَلُّوْنَا عَلَیْهِ، فَاِنْ کَانَ هٰذَا هُدیً فَقَدْ ضَلُّوْا عَنْهُ، وَاِنْ کَانَ الَّذِیْ کَانُوْا عَلَیْهِ هُوَ الْهُدیٰ وَالْحَقُّ، فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ﴾ ۱۰

اگر کوئی شخص عمر نوح علیہ السلام لیکر آئے، اور اس بات کی تلاش شروع رکھے کہ ایسی نیت نبی اکرم ﷺ نے یا آپ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی نے کی ہے یا نہیں؟ تو بھی اسے کامیابی نہیں ہوگی سوائے اسکے کہ کوئی شخص صریح دروغ گوئی یا کھلا جھوٹ بولے۔ اور اگر ایسی نیت کرنا خیر کا کام ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سبقت لے گئے ہوتے اور یہ بات ہم تک پہنچائی ہوتی۔ اور اگر یہ ہی اصل ہدایت ہے تو پھر صحابہ کرام تو (نعوذ باللہ) اس سے بے خبر ہی رہے۔ اور اگر، ہدایت وہ ہے جس پر وہ تھے اور وہی حق ہے تو پھر حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا ہے؟

امام نوویؒ:

ایسے ہی خیالات امام نوویؒ کے ہیں، جن کی تفصیل روضۃ الطالبین (۲۲۴/۱) اور صفۃ صلوٰۃ النبی (صفحہ ۴۲) پر دیکھی جاسکتی ہے۔

علماء وفقہاء احناف کے اقوال:

نماز یا روزے کی نیت کے بارے میں کوئی دلیل نہ ہونے کی وجہ سے مشائخ الاسلام امام نوویؒ، ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ پر ہی بس نہیں بلکہ فقہاء وعلماء احناف بھی دل کے ارادے کا نام ہی نیت بتاتے ہیں، چنانچہ:

صاحب ہدایہ: فقہ حنفی کی معروف ومتداول کتاب ہدایہ کے باب شروط الصلوٰۃ میں علامہ برہان الدین مرغینانی لکھتے ہیں:

﴿وَالنِّیَّةُ هِیَ الْاِرَادَةُ، وَالشَّرْطُ اَنْ یَّعْلَمَ بِقَلْبِهٖ اَیَّ صَلَاةٍ یُصَلِّیْ اَمَّا الذِّکْرُ بِاللِّسَانِ فَلَا مُعْتَبَرَ بِهٖ﴾ ۱۱

نیت ارادے کا نام ہے اور شرط یہ ہے کہ دل سے یہ معلوم ہو کہ وہ کونسی نماز پڑھنے لگا ہے۔ اب رہا زبان سے نیت کرنا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

---

۱۰ اغاثۃ اللھفان ابن قیم ۱۳۶/۱۔۱۳۹

۱۱ ہدایہ مرغینانی ۹۶/۱

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اوراس سے تھوڑا آگے موصوف نے لکھا ہے:

﴿وَيَحْسُنُ ذَالِكَ لِاِجْتِمَاعِ عَزِيْمَةٍ﴾

عزم کی پختگی کیلئے زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے۔

جبکہ یہ استحسان محض ان کی ذاتی رائے ہے، جونیت کے لغوی وشرعی معنی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی لہٰذاان کے وہی الفاظ قابلِ عمل ہیں جولغت وشرع ہردواعتبار سے مفہوم ومعنیٔ نیت کے مطابق ہیں۔

سنتِ نیت سے مراد:

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کرلیں کہ فقہی کتب میں جو یہ مذکور ہوتا ہے کہ زبان سے نیت کرنا سنت ہے، تو اسکے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے ہدایہ کے فاضل محشی نے لکھاہے کہ اس مقام پر لفظِ سنت کی وہی تاویل صحیح ہے، جومراقی الفلاح میں کی گئی ہے:

﴿مَنْ قَالَ مِنْ مَشَائِخِنَا اَنَّ التَّلَفُّظَ سُنَّةٌ لَمْ يُرِدْ سُنَّةَ النَّبِيِّ ﷺ بَلْ سُنَّةَ بَعْضِ الْمَشَائِخِ﴾ [۱۲]

ہمارے مشائخ میں سے جس نے یہ کہا ہے کہ نیت کا تلفظ (زبان سے نیت کرنا) سنت ہے تو اس سے مرادسنتِ رسول ﷺ نہیں ہوتی، بلکہ بعض مشائخ کا طریقہ مراد ہوتا ہے۔

[۱۲] حاشیہ ہدایہ ۱/۹۶

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

علامہ عینیؒ:

صاحب ہدایہ کے طرح ہی علماءِ احناف میں سے ہی ایک معروف عالم علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں:

﴿لَا عِبْرَةَ بِالذِّكْرِ بِاللِّسَانِ لِاَنَّهٗ كَلَامٌ لَا نِيَّةٌ﴾ [۱۳]

زبان سے نیت کرنے کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ زبان سے تو کلام صادر ہوتا ہے نہ کہ نیت۔

مولانا عبدالحق دہلویؒ:

علماء احناف میں سے ہی ایک فاضل جناب مولانا عبدالحق دہلوی گزرے ہیں انھوں نے اشعة اللمعات میں لکھاہے:

﴿علماء درنیّت اختلاف کرده اند بعد ازاتفاقِ همه برآں بجهر گفتنِ آں نا مشروع است، تلفظ شرطِ صحتِ نماز است یا نه؟ صحیح آنست که شرط نیست و مشروط دانستنِ آں خطااست﴾ [۱۴]

علماء کا نماز کی نیت کے بارے میں اختلاف ہے، جبکہ اس امر پر سبھی متفق ہیں کہ جہراً نیت کرنا تو نا جائز ہے۔ اور اختلاف اسمیں ہے کہ لفظوں سے (زبان سے) نیت کرنا نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے یا نہیں؟ اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ شرط نہیں اوراسے شرط ماننا غلط ہے۔

[۱۳] شرح تحفہ بحوالہ راہِ سنت ص۱۲۰۔۱۲۳ از مولانا محمد صدیق صاحبؒ، سرگودھا۔

[۱۴] فتاویٰ علماءحدیث مولانا علی محمد سعیدی ۳/۸۷، اشعة اللمعات بحوالہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ جلد ۴۳ شمارہ ۱۳ بابت ۱۲/رمضان ۱۴۱۱ھ؛ مارچ ۱۹۹۱ء

انہوں نے ہی یہ بھی لکھا ہے:

﴿باید دانست که نیت کارِ دل است، بزبان گفتن حاجت نبود. واگر بزبان گوید و دل غافل باشد، اعتبار نه دارد﴾

یاد رہے کہ نیّت دل کا فعل ہے جسے زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر زبان سے کہے لیکن دل غافل ہو تو پھر زبان سے کہے ہوئے کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

اس سے آگے موصوف نے بھی صاحب ہدایہ کی طرح فقہاء کی طرف سے مشورہ دیا ہے جس کا خیر القرون سے کوئی ثبوت نہیں ملتا، جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔

اور آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

﴿محدثان گویند که در هیچ روایت از حضرت رسول ﷺ نیامده که نیت بزبان گفتے﴾ [۱۵]

محدثین کرام کا کہنا ہے کہ کسی کتاب میں زبان سے نیت کرنے کا نبی اکرم ﷺ سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اور مزید فرماتے ہیں کہ سنت واتباع (رسول ﷺ) یہی ہے کہ نیت صرف دل سے کریں اور جس طرح کسی اور کام کے کرنے میں اتباع رسول ﷺ ضروری ہے، ایسے ہی کسی کام کے ترک کرنے میں بھی اتباع واجب ہے۔ اور جو شخص کسی ایسے کام پر مداومت وہیشگی کرتا ہے جو شارع علیہ السلام نے نہیں کیا، ایسا شخص محدثین کرام کے بقول بدعتی ہوتا ہے۔ [۱۶]

۱۵ اللمعات ص ۱۹ بحوالہ راہ سنت ایضاً۔

۱۶ بحوالہ راہ سنت وفتاوی علماء حدیث

مولانا عبدالحئی لکھنویؒ: ایسے ہی کبار علماءِ احناف میں سے مولانا عبدالحئی لکھنویؒ نے عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ میں لکھا ہے:

﴿الإكتفاء بنية القلب مجزئ اتفاقاً و هو الطريقة المشروعة المأثورة عن رسول الله ﷺ و اصحابه، لم ينقل عن واحد منهم التكلم نويت أو انوي صلوة كذا في وقت كذا﴾ [۱۷]

بالاتفاق دل سے نیّت کر لینا ہی کافی ہو جاتا ہے اور نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام سے یہی طریقہ منقول اور مسنون وماثور ہے اور یہ کہنا کہ میں نے فلاں نماز اور فلاں وقت کی نیت کی یا کرتا ہوں یہ کسی ایک سے بھی منقول نہیں ہے۔

اور اپنے فتاویٰ میں مولانا عبدالحئی موصوف لکھتے ہیں:

كثيراً ما سئلت عن التلفظ بالنية هل ثبت ذالك من فعل رسول الله ﷺ واصحابه فهل له اصل في الشرع فاجبت بانه ما ثبت ذالك من صاحب الشرع ولا من احد من اصحابه [۱۸]

بکثرت مجھ سے یہ سوال کیا گیا کہ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا نبی اکرم ﷺ کی سنت یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور کیا شریعت میں اسکی کوئی اصل ہے؟ تو میں نے جواب دیا کہ صاحب شریعت ﷺ اور کسی صحابی سے یہ زبان سے نیت کرنا ہرگز ثابت نہیں ہے۔

۱۷ عمدۃ الرعایۃ ص ۱۳۹، بحوالہ فتاوی علماء حدیث ۸۹/۳، بحوالہ ہفت روزہ الاعتصام ایضاً ۱۸ آکام النفائس فتاوی عبدالحئی جلد دوم، مفید الاحناف ص ۳، مولانا عبدالغفور رمضانپوری، بحوالہ فتاوی علمائے حدیث ۸۹/۳-۹۰

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

ملاّ علی قاریؒ:

فقہ حنفی کی ہی کتاب السعایة فی کشف مافی شرح الوقایة (۲/۱۰۰) میں مولانا عبدالحیؒ نے ملاّ علی قاریؒ کی تحقیق بھی نقل کی ہے جس کی بنیاد دراصل علامہ ابن قیمؒ کی کتاب زادالمعاد ہی ہے جس کا اقتباس ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں۔ لہٰذا اسے دہرانے کی ضرورت نہیں البتہ اس سے حضرت ملاّ علی قاریؒ کا مروجہ نیت کے بارے میں نظریہ سامنے آجاتا ہے۔ اور السعایہ میں مولانا عبدالحیؒ نے امام ابوداوٗدؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے امام بخاریؒ سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ تکبیر تحریمہ سے پہلے کچھ (نیت کے الفاظ وغیرہ) کہتے تھے؟ تو انہوں نے جواباً فرمایا نہیں۔ اور آگے علامہ ابن قیم کی اغاثة اللھفان سے ان کی تحقیق بھی مولانا لکھنوی نے نقل کی ہے۔[۱۹]

شارح الھدایہ علامہ ابن ہمامؒ اور مولانا عبدالغفور رمضانپوریؒ:

ہدایہ کی معروف شرح فتح القدیر سے نقل کرتے ہوئے مولانا عبدالغفور صاحب رمضانپوری نے اپنے رسالہ مفید الاحناف کے صفحہ ۳ پر لکھا ہے:

﴿قَالَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ لَمْ يَثْبُتْ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِطَرِيْقٍ صَحِيْحٍ وَلَا ضَعِيْفٍ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ عِنْدَ الْاِفْتِتَاحِ اُصَلِّيْ كَذَا وَلَا عَنْ اَحَدٍ مِنَ التَّابِعِيْنَ بَلِ الْمَنْقُوْلُ اَنَّهُ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَهٰذِهٖ بِدْعَةٌ﴾[۲۰]

بعض حفاظ حدیث نے کہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے کسی صحیح تو کیا ضعیف حدیث سے بھی ثابت نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نماز کے شروع میں زبان سے نیت کرتے ہوئے یہ کہتے ہوں کہ میں فلاں نماز پڑھنے لگا ہوں اور نہ ہی یہ صحابہ وتابعین میں سے کسی سے ثابت ہے، بلکہ منقول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے تھے اور یہ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔

۱۹ السعایہ ۲/۱۰۰۔۱۰۱ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث

مجدد الف ثانیؒ:

مجدد الف ثانیؒ کے ''مکتوبات'' کے دفتر یا جلد اول حصہ سوم مکتوب نمبر ۱۸۶ (طبع امرتسر) میں بعض علماء کی طرف سے زبانی نیت کے استحسان کا تذکرہ کرنے کے بعد اس کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

﴿حالانکه از آں سرور علیه وَعَلٰی آلِهِ الصلوٰة والسلام ثابت نه شده، نه بروایتِ صحیح نه بروایتِ ضعیف و نه از اصحابِ کرام و تابعینِ عظام که بزبان نیّت کرده باشند بلکه چوں اقامت مے گفتند تکبیر تحریمه می فرمودند، پس نیّت بزبان بدعت باشد﴾[۲۱]

حالانکہ نبی اکرم ﷺ کا زبان سے نیت کرنا کسی صحیح یا ضعیف روایت میں ثابت نہیں ہے، ایسے ہی یہ بھی ثابت نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا تابعین عظامؒ زبان سے نیت کرتے ہوں، بلکہ وہ جب اقامت کہتے تو ساتھ ہی تکبیر تحریمہ کہتے۔ لہٰذا زبان سے نیت بدعت ہے۔

۲۰ مفید الاحناف از مولانا عبدالغفور رمضانپوری ص ۳ بحوالہ سابقہ

۲۱ فتاویٰ علمائے حدیث ۳/۸۶،۸۷،۸۹ ہفت روزہ الاعتصام ایضاً

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

علامہ فیروز آبادیؒ:

صاحب القاموس علامہ فیروز آبادیؒ نے بھی نیت کو دل کا فعل ہی قرار دیا ہے۔ ۲۲

علامہ انور شاہ کاشمیری:

فیض الباری میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی اس بات کو واشگاف الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ نیت زبان کا نہیں بلکہ دل کا فعل ہے۔ چنانچہ وہ فیض الباری کی جلد اول صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں:

﴿فَالنِّيَّةُ اَمْرٌ قَلْبِيٌّ﴾ نیت دل کا فعل ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ:

ماضی قریب کے معروف عالم مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بہشتی زیور کے دوسرے حصہ میں نماز کی شرطیں بیان کرتے ہوئے مسئلہ نمبر ۱۱ میں لکھا ہے کہ زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں بلکہ دل میں اتنا سوچ لے کہ میں آج کی ظہر کی فرض نماز پڑھتی یا پڑھتا ہوں۔ اور اگر سنت ہوں تو ظہر کی سنت کا خیال کر کے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے تو نماز ہو جائیگی۔ اور جو لمبی چوڑی نیت لوگوں میں مشہور ہے اس کا کہنا ضروری نہیں ہے۔

اور آگے مسئلہ ۱۲ میں نیت کا مختصر لیکن بلا سند انداز بتایا ہے اور اسے بھی اختیار پر چھوڑ دیا ہے کہ یہ سب کہنا بھی ضروری نہیں ہے، چاہے کہے چاہے نہ کہے، جبکہ اس اختیار کی کوئی دلیل نہیں ہے جیسا کہ تفصیل ذکر کی جا چکی ہے اور بہشتی زیور کے حاشیہ میں مروجہ نیت کے بارے میں واضح طور پر لکھا ہے:

---

۲۲ سعادت مترجم اردو ص ۲۳۔ طبع سبحانی اکیڈمی، لاہور

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

لوگ نماز میں لمبی چوڑی نیت کرتے ہیں یہاں تک کہ امام قرات پڑھنے لگتا ہے اور ان کی نیت ختم نہیں ہوتی، ایسا کرنا برا ہے۔ ۲۳

اور یاد رہے کہ اس حاشیہ کو خود مولانا تھانوی نے بنظر استحسان دیکھا ہے، بلکہ بہشتی زیور کے حصہ اوّل کی فہرست سے آگے والے صفحہ پر دو اطلاعات متعلق نسخہ حاضرہ بہشتی زیور و بہشتی گوہر کے زیر عنوان موصوف نے لکھا ہے کہ اس نسخہ پر برخوردار مولوی شبیر علی کا اہل علم سے نظر ثانی کروانا اور اس نظر ثانی میں بعض مقامات پر عبارات یا مضامین کی ترمیم ہو جانا اور اسی طرح ہر مسئلہ کے اُخیر میں کتابوں کا حوالہ لکھوانا یہ سب میرے مشورے اور اطلاع سے ہوا ہے۔ مقامات ترمیم میں قریب قریب کل کے بالالتزام میں نے بھی نظر ثانی کی ہے۔ اب یہ نسخہ بہمہ وجوہ بفضلہ تعالی مکمل و مدلل ہو گیا ہے۔ ۲۴

اس سے معلوم ہوا کہ نماز سے پہلے مروجہ لمبی چوڑی نیت کو مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی برا فعل قرار دیا ہے۔ اور جس مختصر نیت کا مشورہ دیا ہے وہ بلا دلیل ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ:

معروف بزرگ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں مروجہ نیت کا کوئی تذکرہ نہیں کیا جس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ بھی صرف دل کے ارادے کو ہی نیت سمجھتے تھے جس کے لئے انکی کتاب غنیۃ الطالبین کے اردو ترجمہ حصہ اول طبع نفیس اکیڈمی کراچی کا صفحہ ۲۱ دیکھا جا سکتا ہے۔

---

۲۳ بہشتی زیور ۲/۱۳، ۱۴ طبع تاج کمپنی

۲۴ بہشتی زیور حصہ اول ص ۱

ایک وضاحت:

یہاں اس بات کی بھی وضاحت کرتے جائیں کہ بعض متاخرین فقہاء نے جب دیکھا کہ زبان سے نیت کرنے کی تائید میں نہ قرآن وسنت سے کوئی دلیل موجود ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل، بلکہ آئمہ دین میں سے کسی کا فتویٰ بھی انکے پاس نہیں تھا تو انھوں نے اسے ''بدعتِ حسنہ'' کہہ کر اسکے جواز کا فتویٰ دے دیا۔ جبکہ محققین علماء کرام کے نزدیک بدعت کی یہ تقسیم ہی صحیح نہیں کہ کسی کو حسنہ اور کسی کو سیئہ کہا جائے' کیونکہ صحیح مسلم، ابن ماجہ، دارمی اور دیگر کتبِ حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿أما بعْدُ: فإنَّ خيرَ الْحديْثِ كِتَابُ اللهِ وَ خيرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ شرَّ الأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُها وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلالَةٌ﴾ ۲۵

حمد وثنا کے بعد واضح ہو کہ بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت و طریقہ حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور بدترین امور بدعات ومحدثات ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اور یہی روایت سنن نسائی میں بھی ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

﴿وَ كُلُّ ضَلالَةٍ فِي النَّارِ﴾ ۲۶

اور ہر گمراہی کا انجام نارِ جہنم ہے۔

---

۲۵ مسلم مع نووی ۱۵۳/۶/۳، صحیح سنن ابن ماجہ للالبانی (۴۳)

۲۶ صحیح سنن نسائی حدیث (۱۴۸۷) ۳۴۶/۱

ایسے ہی ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان، دارمی اور مسند احمد میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دن ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا جسکی بلاغت واثر انگیزی کا یہ عالم تھا کہ:

﴿ذَرَفَتْ مِنها الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنها الْقُلُوْبُ﴾

جس سے لوگوں کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور انکے دل دہل گئے۔

ایک آدمی نے کہا! اے اللہ کے رسول ﷺ ایسے لگتا ہے جیسے یہ کسی کا الوداعی خطبہ و وعظ ہو۔ آپ ﷺ ہمیں نصیحت فرمائیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿أُوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَ إِنْ كَانَ عَبْداً حَبشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيرَى اخْتِلافاً كَثِيراً فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، تَمَسَّكُوْا بِهَا وَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ﴾

میں تمہیں اللہ کا تقویٰ یا خوف وخشیتِ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات کی کہ (اپنے امیر کی) سمع واطاعت کرو' اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہیگا وہ بہت اختلافات دیکھے گا۔ تم پر میری سنت اور میرے خلفاءِ راشدین کا طریقہ لازم ہے۔ اس پر خوب مضبوطی سے قائم رہو۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

اس بلیغ و موثر ترین خطبے کے آخر میں یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿وَ اِیَّاکُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ﴾ ۲۷

محدثات اور بدعات سے بچ کر رہو کیونکہ ہر محدث امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

یہ حدیث اور خصوصاً اس کے آخری الفاظ، ایسے ہی اس سے پہلے ذکر کی گئی حدیث کے آخری الفاظ ہیں:

﴿كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ﴾ ہر بدعت گمراہی ہے۔

لہٰذا کسی بدعت کو بدعتِ حسنہ قرار دینا صحیح نہ ہوگا۔ بلکہ یہ ان احادیث کے سراسر خلاف ہے۔ اور بعض سلف صالحین کے کلام میں جو بدعات کا استحسان وارد ہوا ہے وہ علامہ ابن رجبؒ کے بقول لغوی بدعات (یا دُنیوی بدعات) کے بارے میں ہے نہ کہ شرعی (یا دینی) بدعات کے بارے میں جیسا کہ انہوں نے اپنی معروف کتاب ''جامع العلوم والحکم'' میں وضاحت کی ہے۔ ۲۸

---

۲۷ صحیح ابی داود (۳۸۵۱) مع العون ۱۲/۳۵۹-۳۶۰: صحیح ترمذی ۲/۳۴۱-۳۴۲: صحیح ابن ماجہ حدیث (۴۲) ابن حبان ص ۵۶ الموارد: دارمی ۱/۴۵ حدیث (۹۵) مسند احمد ۴/۱۲۶-۱۲۷: الحاکم ۱/۹۶-۹۷: الترغیب ۱/۵۸ والصحیحہ ۹۳۷: وتحقیق الالبانی فی تحقیق المشکاۃ ۱/۵۸

۲۸ جامع العلوم والحکم ص ۲۵۲-۲۵۳ دار المعرفۃ بیروت: عون المعبود ۱۲/۳۶۰: تحفۃ الاحوذی ۳ ص ۳۳۹-۳۴۰

اور حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں:

﴿گفته اند که بدعت بر دو نوع است، حسنه و سیئه، حسنه آن عمل نیک را گویند که بعد از زمان آنحضور ﷺ و خلفاءِ راشدین عَلَیْهِ وَ عَلَیْهِمِ مِنَ الصَّلَوٰتِ اَتَمُّهَا وَمِنَ التَّحِیَّاتِ اَکْمَلُهَا پیدا شده باشد و رافع سنت نمید، و سیئة آن که رافع سنت باشد﴾

کہتے ہیں کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور سیئہ۔ حسنہ اس نیک کام کو کہتے ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے عہد مسعود اور خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کے دور کے بعد پیدا ہوا ہو لیکن اسکی وجہ سے کسی سنت پر زد نہ آتی ہو۔ اور سیئہ وہ ہے جس کی وجہ سے کوئی سنت ترک ہوتی ہو۔

اور اس سے آگے حضرت مجددؒ اپنا تحقیقی فیصلہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿ایں فقیر راهیچ بدعتے از بدعتها حسنه و نورانیه مشاهده نمیکند و جزء ظلمت و کدورت احساس نمے نماید﴾ ۲۹

اس فقیر کو بدعات حسنہ و نورانیہ کہلائی جانیوالی بدعات میں سے کوئی ایک بھی بدعت ایسی نظر نہیں آئی جسے حسنہ کہا جاسکتا ہو۔ انکے بارے میں ظلمت و کدورت کے سوا کوئی احساس نہیں ملتا۔

اس سے آگے چل کر موصوفؒ نے غیر رافع سنت بدعات کی مثالیں بھی دی ہیں، جنہیں بعض مشائخ نے بدعاتِ حسنہ قرار دیا ہے۔ جبکہ دراصل وہ ایسی نہیں ہیں اور انہی میں سے

---

۲۹ مکتوبات مجدد الف ثانی، دفتر اول، حصہ سوم و مکتوب ص ۷۲-۷۳ طبع امرتسر بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ۳/۸۶

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

ایک یہ زبان سے نیت کرنا بھی ہے، جس کے بارے میں انہوں نے کھلے کھلے الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی کسی صحیح یا ضعیف حدیث اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا جیسا کہ انکے اپنے اصل فارسی الفاظ اور ان کا ترجمہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

غرض بدعت کے ساتھ حسنہ کا لفظ نص حدیث کے بھی خلاف ہے اور اہل علم و تحقیق بھی بدعت کے ساتھ حسنہ کا لفظ لگانے کو ایک حسین دھوکہ یا جھانسہ قرار دیتے ہیں۔

احادیث رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں:

نبی اکرم ﷺ کا اپنا اسوۂ حسنہ بھی یہی بتاتا ہے۔ اور آپ ﷺ کے ارشادات بھی اسی کا پتہ دیتے ہیں کہ زبان سے نیت کی مہاری یا گردان پڑھنے کا کوئی جواز نہیں، کیونکہ صحیح بخاری و مسلم، ابی عوانہ، سنن اربعہ اور بیہقی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث المسیء صلوتہ یعنی ٹھیک طرح نماز نہ پڑھنے والے صحابی کے واقعہ پر مشتمل حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاسْبِغِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ﴾ ۳۰

جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونا چاہو تو اچھی طرح وضوء کرلو اور پھر قبلہ رو ہو کر تکبیرِ تحریمہ کہو۔

۳۰ بخاری مع الفتح حدیث (۶۲۵۱)؛ مسلم مع نووی ۲/۴/۱۰۷؛ صحیح ابی داؤد، حدیث (۷۶۲)؛ صحیح ترمذی (۲۳۸)؛ صحیح نسائی (۱۰۵۱)؛ صحیح ابن ماجہ (۸۶۹)؛ صحیح الجامع ۱/۱/۲۶۳، ۲۶۳، ۲۶۴؛ الارواء للالبانی ۱/۳۲۱؛ مختصر مشکوٰۃ عبد البدیع مع صفہ ص ۲۱۳

اس حدیث شریف کے معنیٰ اور مفہوم پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ نماز کے لئے کھڑے ہوں تو سب سے پہلے تکبیرِ تحریمہ ہی زبان سے نکالنی چاہیئے، اور دل کا فعل دل بجا لائیگا، اور ایسے ہی صحیح مسلم و ابو داؤد میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

﴿كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيْرِ﴾ ۳۱

نبی اکرم ﷺ اپنی نماز کا آغاز تکبیر تحریمہ سے کیا کرتے تھے۔

ایسے ہی ایک تیسری حدیث بھی ہے جو کہ ابو داؤد و ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، دارقطنی، بیہقی، مصنف ابن ابی شیبہ، معانی الآثار طحاوی، حلیۃ الاولیاء ابو نعیم، المختارۃ للضیاء المقدسی اور تاریخ بغداد للخطیب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اسمیں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَ تَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَ تَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ﴾ ۳۲

نماز کی چابی طہارت و وضوء ہے، اور تکبیر کہنے سے نماز کا آغاز اور سلام پھیرنے سے نماز کا اختتام ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ طہارت کے بعد نمازی کی نماز کا آغاز تکبیرِ تحریمہ ہے نہ کہ کوئی دوسرے الفاظ۔

۳۱ صحیح مسلم مع شرحہ للنووی ۲/۴/۱۲۳؛ صحیح ابی داؤد ۱/۱۳۸

۳۲ صحیح ابی داؤد (۵۵) صحیح الترمذی، حدیث (۳) صحیح ابن ماجہ (۲۲۲)؛ الارواء ۲/۸/۹، مسند احمد ۱/۱۲۳، ۱۲۹؛ صحیح الجامع (۵۸۸۵) وصفۃ الصلوٰۃ للالبانی ص ۶۶ بحوالہ صحیح الجامع ۲/۲۳/۱۰۲ کتاب الام للشافعی ۱/۱۰۰، دارمی (۶۸۷)

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

غرض مولانا سید محمد داود غزنویؒ نے بھی ہفت روزہ الاعتصام لاہور میں اپنا ایک فتویٰ شائع کروایا تھا جسمیں وہ لکھتے ہیں:

"عقلاً" بھی یہ (زبان سے نیت کرنا) بے معنی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ ذرا غور فرمایئے کہ ایک شخص گھر سے نماز کے ارادہ سے چلا ہے، مسجد میں آکر اس نے وضوء کیا، اب روبقبلہ ہو کر نماز پڑھنے لگا ہے۔ اب اس کا تلفظ سے نیت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے کوئی کہے "میں نیت کرتا ہوں کہ یہ کھانا کھاؤں تا کہ پیٹ بھر جائے اور بھوک جاتی رہے" یا پھر کپڑا پہنتے ہوئے یوں کہے "میں نیت کرتا ہوں کہ یہ کپڑا پہنوں تا کہ میں اس سے بدن ڈھانکوں یا اس سے سردی سے بچاؤ حاصل کروں یا دھوپ کی تمازت سے بچ جاؤں" کیا کوئی عقل منداس قسم کی نیتوں کو جو دل میں موجود ہیں ان کے تلفظ کو صحیح اور قرینِ دانش سمجھے گا؟ ۳۳ ہرگز نہیں۔

سیدھا سادہ اور آسان دین:

ہمارے دین اسلام کی تعلیمات انتہائی سیدھی سادی، آسان اور فطرتی ہیں جیسا کہ خود قرآنِ کریم، سورہ حج، آیت ۷۸ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ اور اس (اللہ) نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

۳۳ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ۳/۸۶-۹۰

اور صحیح بخاری ونسائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ہے:

اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ ۳۴ بیشک دین آسان ہے۔

یہ تو قرآن وسنت کی تصریحات ہیں، لیکن تکلفات کے عمل دخل نے دین کو خاصا مشکل بنا کے رکھ دیا ہے۔ اور خاص طور پر معاشرے کے اکثریتی طبقے یعنی ان پڑھ حضرات کیلئے تو کئی مسائل پیدا کر دیئے گئے ہیں، مثال کے طور پر نیت کا مسئلہ ہی لے لیں کہ شریعت میں اسے کھلا چھوڑا گیا ہے، کہ عربی ہو یا عجمی اپنے دل میں نیت کرے اور اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کر دے۔ اِسے عربی، فارسی، اردو اور پنجابی یا دنیا کی کسی بھی زبان میں کچھ مخصوص الفاظ پر مشتمل نیت کی مہارنی یا گردان پڑھنے کا پابند نہیں کیا گیا اور جن حضرات نے اس گردان کو لازمی قرار دیا ہے، انھوں نے پھر اس کے الفاظ بھی وضع کیے ہیں جو یقیناً ہر نماز کے ساتھ یعنی پہلے نمازِ پنجگانہ میں سے ہر نماز کے ساتھ اور پھر ہر نماز کی فرض، سنت، وتر اور نفلی رکعتوں کیساتھ اور پھر مقتدی یا امام کی حیثیتوں کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں، اور پھر نماز بھی کوئی صرف پنجگانہ ہی نہیں بلکہ کتنی ہی دوسری نفلی نمازیں بھی ہیں جن کیلئے الگ الگ الفاظ ہونگے۔ اس طرح یہ ایک طویل سلسلہ بن جاتا ہے اور کئی مرتبہ نمازِ جنازہ، صلوٰۃ الکسوف یا کسی دوسری فرض کفایہ، نفلی یا مسنون نماز کا ذکر ہو تو بعض لوگ پوچھ رہے ہوتے ہیں کہ اس کی نیت کیسے کرنی ہے؟ اس معصوم سے سوال کی نوعیت ہی بتا رہی ہے کہ کتنے ہی ایسے لوگ ہونگے جنھیں کسی نفلی نماز کے بارے میں تو علم ہوگا یا کچھ نہ کچھ معلومات ہونگی، مگر "نیت" کا طریقۂ مروجہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے وہ اسکی فضیلت کے حصول سے محروم

۳۴ بخاری مع الفتح حدیث (۳۹) صحیح الجامع حدیث (۱۶۱۱) ۱/۲/۶۱

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

رہ جاتے ہونگے، یا اس سے سستی برتتے ہونگے۔

یہ تو نفلی عبادات ہوئیں، کوئی کر پائے تو اچھا اور نہ کر پائے تو کوئی مؤاخذہ و گناہ نہیں۔

ہم نے تو یہاں تک سنا ہے کہ بعض عمر رسیدہ بوڑھے حضرات سے پوچھا گیا کہ باباجی آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے تو ان کا جواب اہلِ علم کیلئے انتہائی فکر انگیز بلکہ عبرتناک تھا کہ جی! نماز تو ہمیں آتی ہے مگر نیت نہیں آتی، اسلئے کیا کریں؟

اندازہ فرمائیں کہ تعوذ و تسمیہ اور ثناء والحمد سے لیکر سلام پھیرنے تک نماز تو انہیں یاد ہوگئی کیونکہ یہ ہر مسلمان کیلئے ایک فطری بات ہے۔ ویسے بھی کلام الٰہی قرآن مجید ہو یا حدیث رسول ﷺ انہیں یاد کر لینا آسان ہے، مگر جو چیز اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ سے ثابت نہیں، اور ہر دو تین اور چار رکعتوں اور ہر نماز کے ساتھ بدلتے رہنے والی چیز ہے، اس کے الفاظ کو یاد کرنے سے وہ عاجز ہیں اور شاید یہی وجہ ہوگی کہ رسولِ رحمت ﷺ نے اپنے پیروکاروں اور اپنے ماننے والے افرادِ امت کی آسانی کے پیشِ نظر اس نیت کے الفاظ کی تعلیم ہی نہیں دی۔

قارئین کرام! مروجہ نیت کے بارے میں ہم نے یہ طول طویل تفصیلات اسلئے ذکر کردی ہیں تاکہ آپ سب کو زبان سے نیت کی شرعی حیثیت معلوم ہو جائے اور وہ لوگ جو نماز کی کسی رکعت کے آخری لمحات میں پہنچتے ہیں اور جماعت سے ملتے ہیں اور وقت کی قلت کے باوجود یہ مروجہ نیت دہرانا شروع کر دیتے ہیں حتیٰ کہ اس بے ثبوت فعل پر عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں نماز کی ایک رکعت کا اہم رکن ''قیام'' ان سے فوت ہو جاتا ہے اور انکے اللہ اکبر کہنے سے پہلے ہی امام رکوع چلا جاتا ہے۔ انھوں نے ثناء و فاتحہ پڑھی نہیں، قراءت

سنی نہیں، قیام کیا نہیں اور یوں ایک رکعت فوت کر لی، اور اس طرح ثواب و فضیلت میں جو کمی واقع ہو جاتی ہے وہ یقیناً ایک بہت ہی بڑا خسارہ ہے۔ لہٰذا اس خود ساختہ عمل سے بچیئے تاکہ خسارہ کی نوبت ہی نہ آئے۔

ان سب تفصیلات کے بعد خصوصاً جبکہ البحر الرائق صفحہ ۲۷۷ کے حوالہ سے صوفی عبدالحمید صاحب سواتی حنفی نے بھی 'نمازِ مسنون' صفحہ ۲۷۳ پر نقل کیا ہے کہ نیت کا زبان سے کہنا ضروری نہیں، نہ حضور ﷺ سے نہ خلفاءِ راشدینؓ اور دیگر صحابہ سے اور نہ آئمہ اسلام سے لفظی نیت کا ثبوت ہے۔

اس سے آگے خود اعتراف کیا ہے کہ نیت تو فقط ارادہ کا نام ہے جس کا محل دل ہے نہ کہ زبان اور پھر حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوب صفحہ ۱۷۶ کا اقتباس بھی نقل کیا ہے۔

اور شیخ عبدالحق کی اللمعات شرح مشکاۃ سے بھی ایک سطر لی ہے۔ پھر اسکے بعد معلوم نہیں کہ اپنے مقتدیوں کو راضی کرنے کیلئے سنتِ رسول ﷺ، تعاملِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کے خلاف اپنے تجربہ کو ان الفاظ میں کیوں بیان کر دیا ہے:

'لیکن تجربہ سے معلوم ہوا کہ عوام کو اگر لسانی نیت سے روک دیا جائے تو وہ لسانی اور قلبی دونوں نیتوں سے محروم ہو جاتے ہیں' اور آگے اپنے بعض پیشواؤں کے حوالے نقل کیے ہیں، دیکھیے صفحہ ۲۷۴۔

صوفی صاحب کے مبلغ علم کا تو ہمیں پتہ نہیں، البتہ ان کی کتاب کے ٹائیٹل سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ''علامہ'' ہیں، پھر انہیں تجربہ کیسے ہوگیا؟

دین کیا صرف صوفی صاحب جیسے لوگوں کے لیئے ہی ہے؟ کہ نبی اکرم ﷺ نے عوام

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کا (نعوذ باللہ) خیال نہیں رکھا۔ نبی اکرم ﷺ کیا دین کو (نعوذ باللہ) نامکمل چھوڑ گئے ہیں کہ اب ان حضرات کو تکمیل کی زحمت اٹھانا پڑ رہی ہے؟

"مسنون نماز" کو اسم بامسمّٰی بنانے کی کوشش فرماتے اور نیت کے الفاظ (لسانی نیت) کا ثبوت سنت سے دیتے تو کیا بات ہوتی۔ اور نیت تو تمام اعمال کی بنیاد ہے اور نیت کے معاملہ میں ہی جب "غیر مسنون" فعل کا مشورہ دیا جا رہا ہے تو "مسنون نماز" کیلئے آگے چل کر کیا کیا گل کھلائے ہونگے۔ پہلی اینٹ سے ہی انداز ہو رہا ہے کہ یہ "دیوار" کجی سے نہیں بچ پائے گی۔

خشت اول چوں نہد معمار کج ☆ تا ثریا میرود دیوار کج

باثبوت:

یہاں یہ بات بھی آپ کو ذہن نشین کراتے جائیں کہ یہ جو کہا جاتا ہے بلکہ یہ کہہ کر سادہ دل لوگوں کو اس کا پابند کر لیا جاتا ہے کہ دل کی نیت کیساتھ زبان کا اقرار بھی ضروری ہے، یہ بات علی الاطلاق یوں صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ جہاں جہاں دل کی نیت کیساتھ ساتھ زبان کا اقرار وارد ہوا ہے وہاں وہاں اقرار کیجئے لیکن جہاں وارد نہیں ہوا وہاں کیلئے کوئی اقرار خود ہی کیوں ایجاد کرتے ہیں، مثلاً روزہ افطار کرنے کی دعاء۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ وارد و ثابت ہے۔ لہٰذا اسوقت یہ اقرار کیجیے، لیکن روزہ رکھنے اور سحری کھانے کے وقت ایسا کوئی اقرار وارد نہیں، لہٰذا وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَیْتُ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ۔ جیسا اقرار ایجاد کرنے کی کیا ضرورت ہے۔؟ روزہ رکھتے وقت صرف سحری کھا لینا ہی روزے کی نیت کیلئے کافی ہے۔ زبان سے

کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ تفصیل آگے آ رہی ہے۔

افطاری کی طرح ہی بعض دیگر احکام میں بھی زبان سے ایسے اقرار وارد ہوئے ہیں وہاں جائز بھی ہیں۔ مثلاً حج بدل کا احرام باندھتے وقت: لَبَّیْکَ عَنْ فُلَانٍ یعنی اس شخص کا نام لے سکتے ہیں جس کی طرف سے حج کریں، کیونکہ ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان و ابن خزیمہ، دارقطنی و بیہقی، مسند ابی یعلی، المنتقی ابن الجارود اور التمہید ابن عبدالبر میں سعید بن جبیر کے واسطے سے اور معجم طبرانی صغیر میں عطاء کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو لَبَّیْکَ عَنْ شُبْرُمَةَ کہتے ہوئے سنا تو اس سے منع نہیں فرمایا اور نہ ہی نکیر کی، بلکہ پوچھا کہ تم خود حج کر چکے ہو یا نہیں؟ اور نفی میں جواب ملنے پر فرمایا: پہلے خود اپنی طرف سے حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے کر لینا۔ [۳۵]

یہی صورت صرف عمرہ کرنیوالے کیلئے بوقتِ احرام: لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ بِالْعُمْرَةِ کہنے اور بوقت حج مفرد لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ بِالْحَجِّ کہنے اور بوقت حج قران لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ کہنے کی بھی ہے اور حج کی طرح قربانی کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مِنْکَ وَلَکَ کے بعد اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ کہہ سکتا ہے یا عَنْ فُلَانٍ کہے یا پھر جس کی طرف سے قربانی کر رہا ہو عن کہہ کر اس کا نام لے جیسا کہ ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، بیہقی، دارمی اور مسند احمد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور صحیح مسلم، ابوداؤد،

---

۳۵ صحیح ابی داود (۱۵۹۶) صحیح ابن ماجہ (۲۹۲۷) تلخیص الحبیر ۲/۲۲۳، موارد الظمآن (۹۶۲) ابن خزیمہ (۴/۳۳۵) و الارواء ۴/۱۷۱، نیز دیکھیے ہماری کتاب سوئے حرم تخریج: ۳۳

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

بیہقی و مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث سے پتہ چلتا ہے۔ ۳۶

اس افطاریٔ روزہ، عمرہ، حج اور قربانی کے سوا کسی دوسرے عمل کی نیت کے الفاظ نہیں ملتے۔ لہٰذا حدود و دائرۂ شریعت کے اندر ہی رہنا چاہیئے۔ اور جہاں کچھ ثابت نہیں وہاں اپنی طرف سے کچھ داخل کرنے پر مصر نہیں رہنا چاہیئے اور جہاں کچھ ثابت ہے اس سے کوئی روکتا نہیں۔ ۳۷

---

۳۶ ملاحظہ ہو سوئے حرم تخریج ۴۱۶، ۴۳۸

۳۷ نیز دیکھئے فتاویٰ اہلحدیث حضرت العلام محدث روپڑی ۲/۵۵۳ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ۳/۹۴-۹۵

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

روزے کی نیت

روزے کی نیت:

ہر شرعی کام کے لئے نیت ضروری ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری شریف جیسی بلند پایہ کتاب میں ارشادِ نبوی ہے:

﴿إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ﴾ ۳۸ — اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔

اور روزہ بھی چونکہ ایک دینی فریضہ ہے، لہٰذا اسکے لئے بھی نیت ضروری ہے۔

چنانچہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، طحاوی و دارقطنی، ابن خذیمہ و ابن حبان اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ﴾ ۳۹ — جس شخص نے فجر سے پہلے پہلے روزے کی نیت اور پختہ ارادہ نہ کیا، اسکا کوئی روزہ نہیں۔

معانی الآثار طحاوی وغیرہ میں يُجْمِعِ کی بجائے يُبَيِّتْ ہے، جبکہ مفہوم و معنیٰ دونوں کا ایک ہی بنتا ہے۔

---

۳۸ بخاری مع الفتح ۱/۹

۳۹ الارواء ۴/۲۵ و صحیح مشکوٰۃ ۱/۶۲۰، الفتح الربانی ۹/۲۷۵، ۲۷۶؛ تلخیص الحبیر ۲/۱/۱۸۸؛ دارقطنی ۲/۲/۱۷۲ طبع نشر السنہ ملتان

ابن ماجہ ودار قطنی اور ابن ابی شیبہ میں ہے:

﴿لا صِیَامَ لِمَنْ لَمْ یَفْرِضْهُ مِنَ اللَّیْلِ﴾[40] اس شخص کا کوئی روزہ نہیں جو رات کو اسکا پختہ ارادہ ونیت نہ کرے۔

ان اور ایسی ہی بعض دیگر احادیث سے رات کے وقت یا قبل از فجر روزے کی نیت کر لینے کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اور نیت کیا ہے؟ اس سلسلے میں ہم نماز کی نیت کے ضمن میں بھی ذکر کر چکے ہیں کہ نیت محض دل کا قصد وارادہ ہے اور اسے ادا کرنا (تلفظ) ثابت نہیں ہے، خصوصاً نماز روزہ اور غسل ووضوء وغیرہ کی نیت زبان سے کرنا نبی اکرم ﷺ، خلفاء راشدین اور عام صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام وآئمہ عظام میں سے کسی سے بھی منقول نہیں ہے۔ البتہ حج وقربانی اور عمرہ کی نیت کا تلفظ (زبان سے ادا کرنا) ثابت ہے، جیسے ایک حدیث میں ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ عَنْ شُبْرُمَةَ﴾ اے اللہ! میں شبرمہ کی طرف سے حج کیلئے حاضر ہوا ہوں۔

ایسے ہی ''بسم اللہ اللہ اکبر'' عَنِّیْ وَعَنْ فُلَانٍ والی حدیث ہے کہ اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ اور تو سب سے بڑا ہے۔ یہ قربانی میری طرف سے اور فلاں کی طرف سے قبول فرما۔[41]

---

[40] الارواء ۴/۲۵-۲۶ والتلخیص الحبیر ۱/۲/۱۸۸؛ دار قطنی ۱/۲/۱۷۲

[41] فتاویٰ علمائے حدیث ۶/۹۳-۹۵

جن اعمال کے لئے زبانی نیت ثابت ہے ان کی نیت تو زبان سے کی جا سکتی ہے، جبکہ جنکی ثابت نہیں ان کی نیت بھی زبان سے کرنا ہرگز صحیح نہیں اور اتباعِ سنت واطاعتِ رسول ﷺ یہی ہے کہ جہاں آپ ﷺ نے کچھ کیا وہاں آپ بھی کریں، اور جہاں آپ ﷺ نے کچھ نہیں کیا وہاں آپ بھی کچھ نہ کریں۔

مروجہ نیت:

یہ جو پاکٹ سائز نماز کی کاپیوں اور ہمارے ممالک میں شائع ہونے والے اوقاتِ سحری وافطاری کے تجارتی ایڈورٹائزنگ اور بعض عام سی کتابوں میں عموماً روزہ رکھنے کی نیت لکھی ہوتی ہے:

﴿وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَیْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ﴾ میں نے کل کے رمضان کے روزے کی نیت کی۔

یہ الفاظ نبی اکرم ﷺ نے نہ خود کہے اور نہ تعلیم فرمائے۔ یہ نہ خلفاء وصحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں اور نہ ہی تابعین وآئمہ رحمہم اللہ میں سے کسی سے ثابت ہیں۔ کتب حدیث وفقہ کا سارا ذخیرہ چھان ماریں یہ الفاظ کہیں نہیں ملیں گے اور جن بعض عام سی کتابوں میں ملیں گے۔ ان میں بھی قطعاً بے سند مذکور ہونگے۔ معلوم نہیں کہ یہ الفاظ کس نے جوڑ دیئے ہیں۔ ویسے اگر تھوڑے سے غور وفکر سے کام لیا جائے تو خود ان الفاظ میں ہی انکے جعلی ومن گھڑت ہونے کی دلیل موجود ہے۔ مثلاً طلوع صبح صادق کے وقت آذانِ فجر سے تھوڑا پہلے سحری کھانے سے قبل یہ کہتا ہے کہ ''میں نے کل کے روزے کی نیت کی'' تو اسکا یہ قول واقع اور حقیقت کے خلاف ہے، کیونکہ فجر تو ہو چکی اور یہ روزہ جسکی وہ سحری کھانے لگا

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

ہے، کل کا نہیں بلکہ آج کا ہے۔ لہٰذا یہاں ''وَبِصَوْمِ الْیَوْمِ'' جیسے الفاظ ہونے چاہئیں تھے کہ میں نے آج کے روزے کی نیت کی۔ کیونکہ کتب لغت میں غدٍ کا معنیٰ لکھا ہے: آئندہ کل یا وہ دن جسکا انتظار ہے، یعنی قیامت کا دن۔ جیسا کہ سورۂ حشر آیت:۱۸ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ اور چاہیئے کہ ہر شخص دیکھ لے کہ کل کیلئے اس نے آگے کیا بھیجا ہے۔

سورۂ قمر آیت ۲۶ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ﴾ اب جان لیں گے کل کو کہ کون ہے جھوٹا بڑائی مارنے والا؟

ان دونوں مقامات پر غدٍ سے مراد قیامت کا دن ہے، جسے عام طور پر کل بھی کہا جاتا ہے، جبکہ سورۂ یوسف آیت:۱۲ میں ارشاد ہے:

﴿اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ﴾ آپ اس (یوسف علیہ السلام) کو کل ہمارے ساتھ بھیج دیں تاکہ خوب کھائے اور کھیلے۔

اور سورۂ کہف کی آیت:۲۳ میں ہے۔

﴿وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا، اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ اور کسی کام کے بارے میں یہ ہرگز نہ کہیں کہ میں یہ کل کروں گا الاّ یہ کہ (ساتھ ہی) اِن شآء اللہ (بھی) کہیئے کہ اگر اللہ نے چاہا تو۔

سورۂ لقمان آیت:۳۴ میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔

ان مؤخر الذکر تینوں مقامات پر اس لفظ ''غد'' کا معنیٰ آئندہ کل ہی ہے۔ قران کریم میں یہ لفظ انہی پانچ مقامات پر وارد ہوا ہے، جن میں سے دو کا معنیٰ روزِ قیامت اور آخری تین کا معنیٰ آئندہ کل ہے۔ نیت کے مروجہ الفاظ ترتیب دینے والے شخص کے ذہن میں، معلوم نہیں کل کے روزے کا تصور تھا یا قیامت کے روزے کا؟ غدٍ یا غداۃ کے الفاظ صبح کے معنوں میں ہیں لیکن وہ لائے نہیں گئے۔ غرض جہاں یہ الفاظ شرعاً ثابت و جائز نہیں، وہیں لغوی اعتبار سے بھی صحیح نہیں لگتے، لہٰذا دل کی نیت اور قصد وارادے پر اکتفاء کرنا ہی بہتر ہے اور یہی ثابت بھی ہے۔

یوں بھی جب کوئی شخص رات کو ٹائم پیس کو چابی دے دیتا ہے۔ عورت سحری کیلئے آٹا وغیرہ تیار کر کے رکھ لیتی ہے اور چولہا ماچس سب دیکھ لیتی ہے تو یہ سارا اہتمام روزے کیلئے ہی تو ہے اور قصد وارادے کا مفہوم ادا کر رہا ہے۔ ۴۲

نیت کا لغوی وشرعی معنیٰ:

اس مسئلہ کو اور بھی آسان طریقہ سے سمجھنے کیلئے لفظِ نیت کے لغوی وشرعی معنیٰ کا علم بہت ضروری ہے، جنکی کچھ تفصیل ہم ''نماز کی نیت'' کے ضمن میں بیان کر آئے ہیں، لہٰذا اسے دہرانا تحصیلِ حاصل ہوگا۔

۴۲ خطباتِ مولانا مودودی ''روزہ'' طبع اسلامک پبلیکیشنز، لاہور۔

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

کبار آئمہ دین کی تصریحات:

اس سلسلہ میں کبار آئمہ دین کی تصریحات بھی ہم "نماز کی نیت" کے ضمن میں ذکر کر آئے ہیں، لہٰذا یہاں ان سے صرفِ نظر کر رہے ہیں۔

۴۔ مروجہ نیت اور علماء وفقہاء احناف:

نماز یا روزے کی نیت کے بارے میں یہ بات امام نووی، امام ابن تیمیہ، ابن قیم اور دیگر محققین علماء کے کہنے تک ہی محدود نہیں بلکہ کسی حدیث سے اس کا ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے علماء وفقہاء احناف بھی زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنے کو معتبر شمار نہیں کرتے۔ جیسا کہ نماز کی نیت کے ضمن میں صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی، شیخ عبدالحق دہلوی، علامہ بدر الدین عینی، مولانا عبدالحیٔ لکھنوی فرنگی محلی، ملا علی قاری، علامہ ابن ہمام (شارح ہدایہ) مولانا عبدالغفور رمضان پوری، مجدد الف ثانی، صاحب قاموس علامہ فیروز آبادی، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا اشرف علی تھانوی، اور معروف ومتفق علیہ شخصیت شیخ عبدالقادر جیلانی کی تصریحات واقوال ذکر کیئے جا چکے ہیں۔ انہیں سابقہ صفحات سے دیکھ لیں یہاں انکا دوبارہ دہرانا باعث طوالت ہوگا۔

لمحۂ فکریہ:

علماء احناف کی کتب کے ان اقتباسات کا مفاد بھی یہی ہے کہ عبادات، خصوصاً نماز وروزہ کی مروجہ نیت سراسر خانہ ساز ہے اور ان میں سے بعض نصوص، صرف نماز کی زبان سے

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net

نیت کے بارے میں ہیں۔

جبکہ نماز کی طرح ہی روزے کی نیت بھی ہے اور جس طرح نماز کے لئے یہ نیت کرنا ثابت نہیں کہ میں نے فلاں نماز کی اتنی رکعتوں کی اور فلاں رکعتوں کی نیت کی اور اس نماز کے قبلہ رو ہو کر پڑھنے اور امام کی اقتداء میں یا انفرادی طور پر پڑھنے کی صراحتیں منقول نہیں ہیں بلکہ اس طرح ہی روزے کی نیت وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ بھی قطعاً ثابت نہیں بلکہ یہ جعلی وبناوٹی اور خانہ ساز ومن گھڑت چیز ہے۔

تعجب ہے ان لوگوں پر جو اس قسم کی محققانہ تصریحات کے باوجود معلوم نہیں کس ضد پر اڑے ہوئے ہیں کہ خود بھی وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ کی رٹ لگائے چلے جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی اپنی ٹیڑھی راہ پر چلنے کی رغبت دلاتے نہیں تھکتے۔

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ.

شرعاً اور نقلاً یہ مروجہ نیت ثابت نہیں اور عقلاً بھی یہ ایک بے معنی سی بات ہے کہ جب رات کو ٹائم پیس کے الارم کو چابی بھر دی، چولھے میں تیل ڈال دیا، پاس ماچس یا لائیٹر وغیرہ رکھ دیا اور صبح کے روزے کی مکمل تیاری کر لی ہے تو پھر اب منہ سے ضرور مروجہ الفاظ کہے گا تو ہی بات بنے گی؟ ہرگز نہیں۔ ورنہ پھر یہ تو ایسے ہی ہوگا کہ کوئی شخص کھانا کھاتے وقت کہے کہ میں یہ اسلیئے کھا رہا ہوں تاکہ میری بھوک اتر جائے اور میرا پیٹ بھر جائے۔ یا کپڑا پہنتے وقت کہے کہ میں یہ کپڑا پہنتا ہوں تاکہ میرا جسم سردی یا گرمی سے بچ جائے اور میرا ستر بھی ڈھک جائے۔

غرض ان خود ساختہ الفاظ کی بجائے صرف دل کے قصد و ارادے پر ہی اکتفاء کرنا چاہئے اور لغت و شرع کی رو سے اسی کا نام نیّت ہے جو کہ تمام اعمال میں مطلوب ہے۔

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ اِلٰى سَوَآءِ السَّبِيْلِ

ابو عمران محمد منیر قمر نواب الدین

ترجمان سپریم کورٹ الخبر

وداعیہ متعاون مراکز الدعوۃ والارشاد

الدمام، الخبر، الظہران (سعودی عرب)

تراجم وتصانیف محمد منیر قمر

	نام کتاب	شائع کردہ	تاریخ طباعت
1	آئینہ نبوت (سیرت النبی ﷺ ایک اچھوتے انداز میں)	بزم الہلال، جامعہ سلفیہ فیصل آباد	1396ھ 1976ء
2	رمضان المبارک۔	بزم الہلال طبع اول	1396ھ 1976ء
	(روحانی تربیت کا مہینہ)	مکتبہ کتاب وسنت طبع دوم	1422ھ 2001ء
3	کشف الشبہات (توحید)	الحاج علی محمد سعید الباقرین، شارجہ	1400ھ 1981ء
4	مسنون ذکر الٰہی (مختصر)	الحاج عامر محمد سعید الباقرین، شارجہ	1401ھ 1981ء
5	مناسک الحج والعمرہ	الحاج عامر محمد سعید الباقرین، شارجہ	1981ء
6	درآمدہ گوشت کی شرعی حیثیت	شیخ محمد صالح کندی، شارجہ	1981ء
7	خنزیر کی چربی پر مشتمل اشیاء (اردو)	صدیقی ٹرسٹ۔ کراچی	
8	خنزیر کی چربی پر مشتمل اشیاء (انگلش)	مسلم سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن۔ ابرڈین یونیورسٹی	1401ھ 1981ء
9	انسانی تاریخ کی خفیہ ترین تحریک	صدیقی ٹرسٹ۔ کراچی	1401ھ 1981ء
10	دعوت الی اللہ اور داعی کے اوصاف	ادارۃ الاسلامیہ۔ فیصل آباد	1402ھ 1982ء
11	وجوب عمل بالسنہ اور کفر منکر	الادارۃ الاسلامیہ۔ فیصل آباد	1401ھ 1982ء
12	تین اہم اصول دین اور شروط الصلوٰۃ	الادارۃ الاسلامیہ۔ فیصل آباد	1403ھ 1983ء
13	تین اہم اصول دین	دار الافتاء۔ الریاض طبع اول	1985ء
	۲۰۰۰ تک (چھ ایڈیشن)	المکتب التعاونی بالبدیعہ وغیرہ	1413ھ
14	قبولیت عمل کی شرائط (طبع اول)	روبی جیولرز۔ دبئی	1411ھ 1991ء
	(طبع دوم)	المہتاب انٹرپرائزز۔ قطر	1412ھ 1992ء
	(طبع سوم)	مکتبہ کتاب وسنت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	1421ھ 2001ء

www.ircpk.com www.ahlulhadeeth.net